ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

ہیر وارث شاہ میں تہذیبی عناصر کا تنقیدی جائزہ

"A CRITICAL ANALYSIS OF CULTURAL ELEMENTS IN HEER WARIS SHAH"

قیصر زمان

لیکچرار پنجابی، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

ڈاکٹر زیب النسا

لیکچرار ڈیپارٹمنٹ آف پاکستانی لینگویجز، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

Abstract

Heer Waris Shah is one of the most celebrated works of Punjabi literature, reflecting the social, cultural, and moral fabric of eighteenth-century Punjab. This study explores the diverse cultural elements embedded in the narrative, character interactions, rituals, and poetic expressions of Waris Shah's masterpiece. Through descriptive and thematic analysis, the article examines how customs, social hierarchies, family structures, marriage traditions, folklore, religious practices, and communal values are portrayed in the text. It further highlights Waris Shah's unique ability to preserve the everyday life, and cultural sensibilities of rural Punjabi society. By analyzing these cultural indicators, the study demonstrates that Heer Waris Shah serves not only as a romantic epic but also as a valuable ethnographic document that offers deep insights into the collective consciousness and cultural identity of its time. This research contributes to understanding the enduring cultural relevance of Waris Shah's work and its role in shaping Punjabi literary heritage.

Keywords:Heer Waris Shah, Cultural Representation, Punjabi Society,Folk Traditions, Literary Heritage, Social Values

تہذیب عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معانی ہیں اصلاح کرنا، سنوارنا، کانٹ چھانٹ کرنا، سامان کو قرینے سے رکھنا، نئی کونپلیں نئے شگوفے نکالنا۔

تہذیب سے مراد انسانی زندگی گزارنے کا طریقہ ہے چونکہ تہذیب کا تعلق حقیقت میں انفرادی نہیں بلکہ اجتماعی ہے اِسی طرح یہ ہماری زندگی کی ناقابلِ تقسیم اکائی ہے۔ زندگی بسر کرتے ہوئے ہم اپنی روایات کے ساتھ جیتے ہیں اِسی طرح دائمی طور پر رونما ہونے والی نت نئی تبدیلیاں قبول کرتے ہیں۔ ماہرین کے مطابق انسان صبح جاگنے سے لے کر شام تک جو سرگرمیاں انجام دیتا ہے اِن تمام اعمال سے اُس کی تہذیب آشکار ہوتی ہے۔ تہذیب موروثی نہیں ہوتی بلکہ فرد سماج کے رُکن کی حیثیت سے جو انفرادی رویہ اختیار کرتا ہے اور سیکھتا ہے وہ اس کے تہذیبی امور کو پیش کرتے ہیں اُس میں اندازِ گفتگو، مہذبی امور، رہن سہن شامل ہیں۔ تہذیب کا لفظ اپنے اندر بہت وسعت رکھتا ہے۔ اصطلاح میں تہذیب سے مراد کسی قوم کے وہ بنیادی افکار اور نظریات مراد ہوتے ہیں جو اِس قوم کے اعمال و افعال کو جنم دیتے ہیں اور ہر قوم کے مخصوص طرزِ زندگی اور جداگانہ عادات اور اطوار کو تہذیب کہا جاتا ہے۔ معنوی اعتبار سے اِس کا اطلاق اچھی بُری دونوں قسم کی تہذیبوں میں کیا جاتا ہے۔

سید وارث شاہ جنڈیالہ شیر خان تحصیل و ضلع شیخوپورہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام گل شیر شاہ ہے۔ آپ کی تاریخ پیدائش کے متعلق محققین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ قصہ ہیر رانجھا کے آخر پر انہوں نے لکھا ہے کہ یہ قصہ انہوں نے 1180 ہجری میں مکمل کیا جس کو بنیاد بنا کر مختلف محققین نے وارث شاہ کی تاریخ پیدائش کے متعلق مختلف رائے دی ہے۔ وارث شاہ نے اپنی لکھت قصیدہ بردہ شریف کا پنجابی ترجمہ 1152 ہجری میں کیا جس وقت اُن کی عمر 19 سال تھی جس کو بنیاد بنا کر عبدالعزیز بارایٹ لاء اور سید سبط الحسن ضیغم نے 1720ء (1) بتائی ہے جو حقیقت کے قریب لگتی ہے۔

ہیر وارث شاہ پنجابی ادب کا وہ کلاسیکی شاہکار ہے جسے نہ صرف عشق مجازی کی ایک لازوال داستان سمجھا جاتا ہے بلکہ اسے پنجاب کے تہذیبی، معاشرتی اور فکری ورثے کی علامت بھی قرار دیا جاتا ہے۔ اٹھارہویں صدی کے پنجاب کی جو سماجی ساخت، رسم و رواج، طبقاتی تقسیم، معاشرتی اقدار اور مذہبی رویے تھے وارث شاہ نے انہیں نہایت حقیقت نگاری اور فنی حُسن کے ساتھ رقم کیا ہے یہی وجہ ہے کہ ہیر آج بھی محض ایک داستان نہیں بلکہ پنجاب کے اجتماعی شعور اور تہذیبی شناخت کا آئینہ تصور کی جاتی ہے قصہ ہیر رانجھا وارث شاہ اپنے عہد اٹھارویں صدی کے پنجاب کی تہذیب و ثقافت کی شاندار عکاسی کرتا ہے۔

شریف کنجاہی لکھتے ہیں:

"سانوں وارث شاہ دی ہیر وچ اوس پنجاب دی جھلک وی ملدی اے جس وچ وارث شاہ جمیا پلیا سی۔ صنعتی انقلاب توں بچیا ہویا جاگیر داری رولے دا پنجاب جس دے لوک "چھیل گبرو مست ارہیلڑے نیں سندر اِک توں اِک سوایا ای"، کنیں کو کلے پاندے نیں سر چھتے رکھدے نیں تے لک لنگیاں بنھدے نیں۔"(2)

بقول ڈاکٹر عذرا وقار:

"وارث شاہ کی شاعری میں اٹھارویں صدی کے پنجاب کی تہذیب و ثقافت کی عکاسی کی گئی ہے اور کہا جاتا ہے کہ ہر خطر کی پہچان اِس کی تہذیب و ثقافت کے حوالے سے ہوتی ہے اِن کی شاعری اثر انگیزی سے پُر ہے اِس میں ہمیں پنجاب کے باشندوں کی مکمل تصویر نظر آتی ہے اِن کی سادگی مکر و فریب خلوص کمینگی، دلیری، عزت و نخوت غرضیکہ ہر پہلو نظر آتا ہے۔"(3)

بقول سید اختر حسین جعفری:

"سید وارث شاہ کو پنجابی زبان کا ولیم شیکسپیئر کہا جاتا ہے کیونکہ جس طرح ولیم شیکسپیئر کے ڈراموں اور شاعری میں سولہویں صدی کے انگلستان کی سماجی، معاشرتی اور سیاسی زندگی کی خوبصورت تصویریں موجود ہیں بالکل اِسی طرح سید وارث شاہ کے قصہ ہیر رانجھا میں اٹھارویں صدی عیسوی کا پنجاب ہنستا بستا دکھائی دیتا ہے۔"(4)

وارث شاہ نے اپنے قصہ ہیر رانجھا میں پنجاب کی معاشرتی و تہذیبی زندگی کا بھرپور نقشہ کھنچا ہے۔ وارث شاہ کے عہد میں پنجاب کے گائوں ایک مکمل جہان ہوا کرتے تھے صبح سے شام تک زندگی کا ہر پہلو چاہے کھانا پینا ہو یا روزمرہ کے کام گائوں سے ہی جڑا ہوتا تھا۔ صبح کی لسی سے لے کر رات کے کھانے تک جو کچھ بھی کھایا پیا جاتا گائوں کی زمینوں میں پیدا ہوتا۔ کھانا پکانے اور کھانے کے برتن بھی گائوں کے کمہاروں کے ہاتھوں کے بنے ہوتے۔ کپاس گائوں کی مٹی میں اُگتی اور جولاہے اِسی سے کھدر کا کپڑا تیار کرتے جو پہنا جاتا، رضائیاں، تلائیاں اور بستر بھی انہی کے ہاتھ کے بنائے ہوتے تھے۔ کاشتکاری پورے خاندان کی مشترکہ ذمہ داری تھی اِس میں بچے، بوڑھے، عورتیں اور جوان سب اپنے حصے کا کام انجام دیتے۔ جوان ہل چلاتے جبکہ عورتیں ان کے کھانے پینے کا انتظام کر کے اِن کے لیے کھیتوں میں لے کر جاتی پورا خاندان ایک پیداواری اِکائی کی طرح کام کرتا اور اسی اصول پر خاندان کی بنیاد استوار ہوتی۔ خاندان کے اوپر برادریاں اور ان کے اوپر ذاتیں ہوتی۔ کسی فرد کی اپنی ذاتی کوئی پہچان نہ تھی وہ اپنے باپ خاندان یا برادری کے حوالے سے ہی پہچانا جاتا۔ وارث شاہ نے یہ قصہ اٹھارویں صدی کے آخر میں تحریر کیا اِس زمانہ میں سرمایہ دارانہ نظام رائج تھا جس میں امیر اور سرمایہ دار طبقہ غریبوں کا استحصال کر رہے تھے اور غریب ایک پسا ہوا طبقہ تھے۔ تاریخی لحاظ سے یہ دور مغلیہ دور حکومت کے زوال کا زمانہ ہے۔ مغلیہ دور کا زوال اور نگ زیب عالمگیر کی وفات کے ساتھ ہی شروع ہو گیا اِس وقت محمد شاہ رنگیلا تخت نشین تھا۔ شراب پینا، عیش و عشرت اور رقص و سرور کی محفلیں اُس کا شیوا تھا۔ تورانی، سنی اور شیعہ ایک دوسرے کے خلاف صف آرا ہو چکے تھے اور مغلیہ دربار سازشیوں کا مرکز بن چکا تھا۔ مغلیہ حکومت کی کمزوری دیکھ کر ایک طرف تو مرہٹوں نے دلی کے خلاف سازشیں شروع کر دی اور دوسری طرف احمد شاہ ابدالی نے پنجاب پر پے در پے حملے کر دیئے اور لاہور پر قبضہ کر کے لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا اور یہاں اپنا گورنر مقرر کر دیا۔ اِسی دور میں سکھوں نے بھی جسا سنگھ کی قیادت میں خالصہ دل کی بنیاد رکھی اور سکھوں کی باقاعدہ فوجی تنظیم قائم کی۔ تاریخی واقعات کے اِس سرسری بیان سے اِس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ پنجاب میں اُس وقت لاقانونیت تھی جس کی لاٹھی اُس کی بھینس والا قانون رائج تھا۔ قتل و غارت، دہشت گردی اور لوٹ مار عام تھی۔ فاتحین کا لشکر جس علاقے سے گزر تا ٹڈیوں کی طرح اسے برباد کر دیتا اور یہ حال اور نگ زیب عالمگیر کی وفات 1707ء سے لے کر سکھوں کی حکومت کے خاتمے 1846ء تک رہا اِسی دور میں وارث شاہ پیدا ہوئے اور اپنی زندگی کا سفر پورا کیا۔ کسی بھی ملک کے سیاسی حالات وہاں رہنے والے باشندوں کی معاشی، معاشرتی و تہذیبی زندگی پر نمایاں اثرات مرتب کرتے ہیں۔ وارث شاہ جیسا احساس شخص اِس صورت حال کو دیکھ کر چُپ نہ رہ سکا اور اپنے قصہ میں اِس ظلم و جبر کو جگہ جگہ بیان کیا ہے وہ اپنے قصہ میں اِن غیر ملکی حملہ آوروں اور مقامی مسلح سکھوں کے جتھوں کو دھاڑوی کہتا ہے۔ دھاڑوی سے مراد چور، ڈاکو اور لٹیرے ہیں جو اچانک حملہ کرتے اور لوٹ مار اور قتل و غارت کر کے واپس چلے جاتے۔ اِن غیر ملکی حملہ آوروں نے پنجاب کی معاشی، معاشرتی اور سماجی زندگی کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ وارث شاہ نے سکھوں کی فوج کو کٹک پنجاب ابدالی کے لشکر کو کٹک قندھار اور نادر شاہ کی فوج کو قزلباش جلاد کہہ کر اِس دور کی سیاسی حالت کو اِس طرح بیان کیا ہے۔

"پھیرے چھنکدی چائو دے نال جٹی چڑھیا کٹک دا غضب قندھار وچوں قزلباش جلاد اسوار خونی نکل دوڑیا اُردو بازار وچوں(5)

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

"اینویں سہتی نیں کواریاں میل لیاں جھنڈ میل لے جٹاں دھاریاں نی" (6)

وارث شاہ کا تخلیق کردہ قصہ ہیر رانجھا اٹھارویں صدی کے پنجاب کی سیاسی، سماجی، معاشرتی اور علمی صورت حال کی منہ بولتی تصویر ہے۔ اِس میں جیتا جاگتا سانس لیتا پنجاب نظر آتا ہے۔ پنجاب کے ہر پہلو کی تصویر بالکل واضح اور صاف نظر آتی ہے یہاں کے لوگ بہت محنتی اور کام کرنے والے شہری تھے جب صبح ہوتی تو درختوں پر پرندے چہچہاتے اور لوگ اُٹھ کر اپنے اپنے کاروبار اور محنت مشقت پر چل پڑتے اور مردوں کے ساتھ ساتھ عورتیں بھی کام میں مصروف ہو جاتی۔ عورتیں سب سے پہلے اُٹھ کر دودھ میں سے مکھن نکالتی اور لسی پینے کے لیے بناتی اور گھر کی دوسری عورتیں صبح اُٹھتے ہی چرخہ چلانا شروع کر دیتی جس سے وہ اپنے اور اپنے گھر کے تمام افراد کے لیے کپڑا بُنتی دودھ سے مکھن نکالنے اور لسی بنانے کے بعد وہ اپنے گھر کے مردوں اور ملازموں کے لیے روٹی بناتی اور پھر روٹی اور لسی سر پر اُٹھا کر کھیتوں میں لے جاتی جیسا کہ رانجھے کی بھابیاں رانجھے اور گھر کے دوسرے مردوں کے لیے روٹی کھیتوں میں لے کر جاتی تھیں اور پھر ہیر اپنے ملازم رانجھے کے لیے روٹی لے کر جاتی تھی مگر کنواری لڑکیوں کا روٹی لے کر جانا معیوب سمجھا جاتا تھا۔

رانجھا جو تراواہ کے تھک رہیا لاہ ارلیاں چھائوں نوں آوندائے
بھتا آن بھابی نیں کول دھریا حال اپنا رو وکھائوندائے (7)

مرد صبح صادق اُٹھتے ہی اپنے اپنے کاروبار میں مصروف ہو جاتے، کسان ہل جوتتے اور کھیتوں میں چلانے کے لیے نکل پڑتے اور بچے مسجدوں میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے چلے جاتے بزرگ نماز پڑھنے اور عبادت میں مصروف ہو جاتے۔

عورتیں فصلوں کی کاشت سے لے کر کٹائی تک مردوں کے شانہ بشانہ کام کرتی اور ہر وقت اُن کی مدد کرتی فصلوں کی کاشت کے وقت کھانا لے کر آتی اور جب فصل پک جاتی تو فصل کی چنائی بھی عورتیں کرتی یہ کام ونگار کے ذریعے کیا جاتا ونگار سے مراد ایک دن گائوں کی سب عورتیں مل کر کسی ایک کسان کی فصل چُنتی اور پھر کسی دوسرے دن کسی دوسرے گھر کی اِس طرح ایک دوسرے کی مدد کی جاتی تھی جیسا کہ ہیر کی نناں سہتی کی ونگار پر گائوں کی ساری عورتیں مل کر ان کی کپاس کی چُنائی کے لیے آجاتی ہیں ونگار پر کیا بوڑھی، کیا جوان، شادی شدہ اور کیا کنواری نیز سب عورتیں جاتی یہ ونگار مدد کے علاوہ گائوں کی عورتوں کی تفریح کا ذریعہ بھی ہوتی جب کسی گھر سے ونگار کا پیغام آتا تو جانے سے پہلے عورتیں خوب تیار ہوتی سرمہ لگاتی، ہار سنگھار کرتی اور سب گائوں کے باہر اکٹھی ہو کر کھیت کی طرف چل پڑتی راستے میں ایک دوسرے کو مذاق کرتی، کھیل کھیلتی، ناچ گانا کرتی اور کیا امیر کیا غریب چاہے وہ کسی بھی ذات کا ہے سب مل کر ونگار پر جاتی اور گائوں بالکل سنسان ہو جاتا۔

صبح چلنا کھیت قرار ہو یا کڑیاں مانواں دیاں کرن دلداریاں نی
اپو اپنے تھانوں تیار ہوئیاں کئی ویاہیاں کئی کواریاں نی
روزہ داراں نوں عید دا چن جیویں حاجیاں حج دے واسطے تیاریاں نی
جیویں ویاہ دی خوشی دا چائو چڑھدا اتے ملن مبارکاں کنواریاں نی
چلو چل ہل چل تھر تھل دھر دھر خوشی نال نچن مٹیاریاں نی
گرد پھلے دے گھورے آن ہوئیاں سبھ ہار سنگار کر ساریاں نی
اینویں بن قطار ہو صفاں ترپاں جیویں لدیا ساتھ بیوپاریاں نی
اینویں سہتی نے کواریاں میل لیاں جھنڈ میل لئے جٹاں دھاریاں نی (8)

وارث شاہ کے عہد میں پنجاب کے لوگ مشترکہ خاندانی نظام کے تحت زندگی بسر کرتے تھے خاندان کے اُوپر برادریاں تھیں اور اِن کے اُوپر ذاتیں ایک شخص کی اپنی کوئی پہچان نہ تھی وہ خاندان اور برادری کے حوالے سے ہی جانا جاتا تھا۔ خاندان اور برادری کا ایک مرد کی زندگی پر بہت اثر تھا۔ خاندان اور برادری کے فیصلوں سے بغاوت ممکن نہ تھا جیسا کہ ہیر کے والدین ہیر کی شادی رانجھا سے کرنا چاہتے ہیں مگر برادری کے انکار پر اُن کو اپنا فیصلہ بدلنا پڑتا ہے اور ہیر بغاوت کرتی ہے اور ماری جاتی ہے اور طاقت کا محور افرادی قوت تھی جتنی زیادہ برادری خاندان یا بھائی ہوتے اتنا ہی اُن کا علاقے میں دبدبہ اور طاقت ہوتی۔

بھائیاں باجھ نہ مجلساں سوہندیاں نی اتے بھائیاں باجھ بہار ناہیں
لکھ اوٹ ہے کول وسیندیاں دی بھائیاں گیاں جیڈی کوئی ہار ناہیں
بھائی ڈھاوندے بھائی اسار دے نیں بھائیاں باجھ بانہاں بیلی یار ناہیں

بھائی مرن تے پوندیاں جھج بانہاں بناں بھائیاں پر ہے پروار ناہیں(9)

وارث شاہ کے دور میں بچوں کی شادی خوب دھوم دھام سے کرتے شادی کی مختلف رسمیں کئی دن تک چلتی اوران پر اپنی اسطاعت سے بڑھ کر اخراجات کیے جاتے یہاں تک کہ سرمایہ دار جو غریبوں کا استحصال کر رہے تھے وہ بھی اپنے بچوں کی شادی پر سخی ہو جاتے اور غریبوں مسکینوں میں کھانا تقسیم کرتے اوران کی خوب خاطر تواضع کرتے۔ وارث شاہ نے ہیر کی سیدے کھیڑے کے ساتھ شادی کے موقع پر اُن تمام رسومات کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے جب کسی بچے کی شادی کا ارادہ بنتا تو نائی یا میراثی کی رشتہ ڈھونڈھنے کی ذمہ داری لگائی جاتی اور رشتہ صرف اپنی ذات کے لوگوں میں کیا جاتا۔ ہیر کا باپ جب ہیر کی شادی رانجھے سے کرنے کے لیے برادری سے مشورہ کرتا ہے تو برادری صاف انکار کر دیتی ہے اور کہتے ہیں

رانجھیاں نال نہ کدی ہے ساک کیتا نہیں دتیاں اساں کڑمائیاں او
کتھوں رُلدیاں گولیاں آئیاں نوں دجن ایہہ سیالاں دیاں جائیاں او(10)

ذات پات کا اُس زمانے میں اِس قدر خیال رکھا جاتا تھا کہ ہیر جس وقت پہلی نظر میں رانجھے کے عشق میں گرفتار ہو جاتی ہے عشق کا جذبہ اگرچہ تمام جذبوں پر حاوی ہے مگر اِس کے باوجود وہ فوراً رانجھے سے پوچھتی ہے کہ تمہاری ذات کیا ہے اور تم کس کے بیٹے ہو کیونکر اُس کے ذہن میں یہ خیال آیا ہو گا کہ یہ عشق مکمل بھی ہو سکتا ہے کہ نہیں یہ بات سرے بھی چڑھے گی کہ نہیں کہتی ہے

کون وطن تے نام کیہ سائیاں دے اتے ذات دا کون سدا وناہیں(11)

نائی یا میراثی کی اطلاع پر مناسب رشتہ ملنے پر سب سے پہلے منگنی کی رسم ادا کی جاتی اور منگنی کے موقع پر مٹھائیاں تقسیم کی جاتی ہیں۔ منگنی کے بعد شادی کی تاریخ مقرر کرنے کے لیے ہندو ہو یا مسلم سب کسی برہمن کے پاس جاتے جو نیک یا بد ساعت دیکھ کر شادی کا دن اور تاریخ مقرر کرتا کھیڑے مسلمان ہوتے ہوئے برہمن کے پاس گئے۔

کھیڑیاں ساہا کڈھائیکے باہمناں تھوں بھلا مٹھ مہورت وار میاں
نانویں ساونوں رات سی ویر واری لکھ گھلیا ایہہ نروار میاں(12)

پھر مقررہ دن پر لوگوں کو شادی میں شرکت کی دعوت دی جاتی گھر آنے والے مہمانوں کو میل کہا جاتا میل میں عورتیں مرد خوب تیار ہو کر آتے اگلے دن بارات کو دلہن کے گھر لے کر جایا جاتا۔ بارات گھوڑوں پر سوار ہو کر جاتی دلہا کو خوب تیار کر کے سر پر پھولوں کا سہرا باندھا جاتا اور براتی سر پر پگڑیاں باندھتے بینڈ باجا بجایا جاتا آتشبازی کی جاتی اور رونق لگانے کے لیے ڈوم ڈھاڈی اور نقلیے ساتھ جاتے اور جوان براتیے شراب کے نشے میں تھے یعنی شادی بیاہ کے موقع پر شراب پینے کا رواج عام تھا۔ جب بارات دلہن کے گھر پہنچ جاتی تو ملنی کی رسم ادا کی جاتی اور سمبندی اور قریبی رشتہ دار آپس میں ملتے اِس دوران لڑکے والوں کا میراثی ان کا نسب نامہ پڑھتا، ملنی کے بعد دلہن کی سہیلیاں دولہا کی آنکھوں میں سرمہ ڈالتی اور گیت کی شکل میں باراتیوں کے ہجو بیان کرتی اُسے سٹھنیاں کہا جاتا تھا۔

لکھ سٹھنی دیہن تے لین گالیں واہ واہ کیہ سہرا گاوندیاں نیں(13)

براتی ان گالیوں پر ناراض نہ ہوتے بلکہ مزے لے کر سنتے تھے دلہے کی سالیاں ایک گیت کے ذریعے مختلف قسم کی فرمائشیں کرتی جس میں عجیب وغریب قیمتی اور ناپید چیزیں لانے اور دینے کی فرمائش کی جاتی دولہا بھی گیت کے ذریعے ان فرمائشوں کا جواب دیتا گھڑ ولی کی رسم ادا کی جاتی۔ قاضی نکاح پڑھاتا نکاح کے بعد دلہن کو ڈولی میں بیٹھا کر رخصت کر دیا جاتا اور ساتھ میں سامان جہیز کی صورت میں بے شمار سامان دیا جاتا۔

قاضی بنھ نکاح تے گھت ڈولی نال کھیڑیاں دے دتی تور میاں
تیور بیوراں نال جڑائو گہنیں دم دولتاں نعمتاں ہور میاں
ٹمک مہیں تے گھوڑے اُٹھ دتے گہناں پتر اڈھگڑ اڈھور میاں(14)

تیور، بیور، زیور، مال ودولت اور ٹوکریاں بھر بھر بہت سی نعمتیں دی گئی بھینس، گھوڑے، اونٹ اور زیورات دیے گئے۔

دلہن کے سُسرال پہنچنے پر سُسرال کی رسمیں شروع ہو جاتی عورتیں گیت گا کر دلہن کا استقبال کرتی، دیور دلہن کی گود میں بیٹھ جاتا اور انعام لے کر اُٹھتا، گانا کھلائی کی رسم ہوتی اور ایک رسم لسی مندری کی ادا کی جاتی اِس رسم میں ایک بڑے برتن میں لسی کے اندر دولہا اور دولہن کی انگوٹھیاں ڈال کر انھیں تلاش کرنے کے لیے کہا جاتا اور

جو پہلے اپنی انگوٹھی تلاش کر لیتا وہ جیت جاتا۔ان رسموں کا مقصد دولہا اور دولہن کو آپس میں بے تکلف کرنا ہوتا تھا۔ عورتوں میں زیور پہننے کا رواج عام تھا وہ گھروں کے اندر عام روز مرہ زندگی میں بھی زیور پہنتی اور جب گھر سے باہر کسی ونگار یا شادی بیاہ کے موقع پر اکٹھی ہوتی تو خوب تیار ہوتی اور زیور پہنتی تھی۔

زیورات میں کنگن، زنجیری، پنج منیاں، ہار، لونگیر، ترگا، پانوٹے، گجرے، چونگیاں، حمیل مالا، پازیب، کڑے، بیر بلیاں، چھڑ کنگن، چنن ہار، ٹکا، چونب، چوڑیاں وغیرہ پہننے کا رواج عام تھا عورتوں کے ساتھ ساتھ مرد بھی زیور پہنتے تھے اور خاص طور پر نوجوان لڑکے زیور پہننے کے شوقین تھے وہ کانوں میں بالے، کوکلے یا مندرے پہنتے تھے۔

اِک تخت ہزاریوں گل کیجے جتھے رانجھیاں رنگ مچایاے

چھیل گھبروست ارہیلڑے سندراک تھیں اِک سوایاے

والے کوکلے مندرلے، مجھ لنگی، نواں ٹھاٹھ تے ٹھاٹھ چڑھایاے

کیہ صفت ہزارے دی اکھ سکا گویاں بہشت زمین تے آیاے (15)

وارث شاہ کی ہیر پنجاب کے رہنے والے ہر واسی کی زندگی کا مکمل احاطہ کیے ہوئے ہے کہ وہ کیا پہنتے تھے، کیا کھاتے تھے، کیا اگاتے تھے۔اِن کی زندگی کی صبح شام کی کیا مصروفیات تھیں۔ حکمرانوں کے حالات کیا تھے گویا کہ زندگی کے ہر پہلو کو ہیر وارث شاہ میں واضح دیکھا جا سکتا ہے۔ کھانے میں حلوہ، چاول اور چُوری شوق سے کھایا جاتا تھا۔ روٹی میں منڈلے (جو تندور یا بھٹھ میں پکائی جاتی تھی اور دھگڑ گھروں میں پکائی جاتی تھی اور کھائی جاتی تھی۔ ہیر کی شادی پر تندور کی روٹی، گوشت، چاول دال اور دہی بھینس چرانے والے چھیڑوں اور راہگیروں کو کھلائی گئی مٹھائیوں میں نگدی، شکر پارے، جلیب، بوندی لڈو، ٹکیاں، قلاقند، کچوریاں، سموسے، پوڑیاں، اندرسے، پیڑے، خطائیاں، بیدانے وغیرہ بنائے گئے۔

اٹھارویں صدی میں پنجاب کی عورتیں اور مرد جو لباس پہنتے تھے اِن میں لال گھاگھرے جن پر کڑھائی کا کام ہوتا، مشروع مشکیں پگڑیاں، دریائی کی چولیاں کمخواب، لہرئیے جن پر چار چار تاریں ڈالی جاتی تھیں۔ خانیے، ڈوریے، ململیں، چھوپ چھائلیں جسم کو بہت سکھ دیتی، الاہ جھمیاں، اوڑھنیاں، لال پنکھیاں، کھن کھیس، لاچے، ریشمی سلاریاں، پٹا نگلیں، چوڑیئے، پنج اودھ، چھائیلیں، چار سوتیاں، سرخ سالو، بافتے کی چادریں، بھوچھن اور پھلکاریاں چکن کے خاص سروپا، پوشاکاں وغیرہ پہنے جاتے تھے اور گھریلو استعمال کے لیے مختلف انواع کے لوہے کے برتن استعمال کیے جاتے تھے۔اِن میں تھالی، تھال، سرمہ دانی، چھَنا، لوہ، کڑچھ، کڑاہی، کول، گھنا، قاب، پرات، چمچہ، بیلوا، دوہنی، دیگچہ، خوانچہ، طاس، دیگ وغیرہ شامل ہیں۔

سرمے دانیاں تھالیاں تھال چھنے لوہ کڑچھ نیں نال کڑائیاں دے

کول بُھوں گُنیں سن طبل بازاں قاب اتے پرات پرواہیاں دے

چمچے بیلوے دوہنیں دیگچے بھی نال خوانچے طاس بادشاہیاں دے

گھیاراں نیں مٹاں دے ڈھیر لائے ڈھکے بہت بالن نال کاہیاں دے

دیگاں کھچڑے گھت زنجیر رسے توپاں کھچڑے کٹک بادشاہیاں دے

وارث شاہ میاں چائے ویاہ داسی سُنجیں پھرن کھنڈے منگوں ماہیاں دے (16)

وارثی عہد میں لوگ پیرو فقیروں، ہندئوں سنیاسیوں، سادھوئوں، جوگیوں وغیرہ پر بہت اعتقاد رکھتے تھے۔اِن سے تعویز گھنڈے کرواتے، اور اِن کو اپنی مشکلات سے نجات کا ذریعہ سمجھتے حالانکہ یہ وہ لوگ تھے جو دنیا کی مشکلات کا سامنا نہیں کر پاتے۔ نہ ان سے کھیتوں میں کام ہوتا اور نہ شریکوں کا مقابلہ کرنے اور اِن کے طعنے سہنے کی ہمت اور حوصلہ تو یہ لوگ دنیا چھوڑ کر ملنگ، سادھوں، جوگی یا فقیر بن جاتے اور دنیاوی تمام ذمہ داریوں سے منہ پھیر کر جنگل میں بیٹھ جاتے اور مانگ کر کھانا شروع کر دیتے وارث شاہ اِن کا نقشہ کھینچتے ہوئے لکھتے ہیں:

ہوکا پھیرے دیند اپنڈاں وچ سارے آئو کسے فقیر جے ہوونا ں جے

منگ کھاوناں نہ کم کاج کرنا نہ کجھ چارناں تے نہ ہی چوونا ں جے

نہ دیہاڑی نہ کسب روز گار کرناں بادشاہ پھر مفت دا ہوونا ں جے

منگ کھاوناں اتے مست سَوناں نہ کجھ دیوناں تے نہیں کجھ لیوناں جے

نہیں دینی ودھائی پھیر جمنیں دی کسے موئے نوں مول نہ رووناں جے
خوشی آپنی اُٹھناں میاں وارث اتے اپنی نیند ہی سووناں جے (17)

جیسا کہ رانجھا بھی اپنی بھاوجوں کے طعنوں سے تنگ آکر اور کھیتوں میں کاشتکاری سے ناکامی، پھیر ہیر کو حاصل کرنے میں ناکامی پر ٹلہ جوگیاں پہنچ کر جوگی بن جاتا ہے۔ جعلی پیروں نے پیری مریدی کو اپنا پیشہ بنالیا اور یہ لوگ تعویز گنڈا کر کے اور توہمات پھیلا کر اپنی روزی کماتے اور اپنے دنیاوی مقاصد حاصل کرتے تھے۔ وارث شاہ کے دور کا معاشرہ ہندوں مسلم مشترکہ معاشرہ تھا جس میں ہندوں مسلم سب مل کر رہتے تھے۔ وارث شاہ کا مخاطب انسان تھا اِس نے نہ صرف مسلم معاشرہ میں چھُپی برائیوں کو بے نقاب کیا بلکہ ہندوں مذہب میں چھُپی برائیوں سے بھی پردہ فاش کیا۔ وارث شاہ ایک پکا سچا مسلمان تھا لیکن وارث شاہ کی خوبی یہ ہے اُس نے ہندو دھرم کے پیشوائوں اور معتبر ہستیوں کے نام بڑے احترام سے لیے ہیں اور کسی بھی مذہب کو بُرا نہیں کہا بلکہ اُس میں چھُپی برائیوں کو بُرا کہا ہے نیک اور پرہیزگار لوگوں کے متعلق آپ فرماتے ہیں وارث شاہ اوہ سدا ہی جیوندے نیں جیہناں کیتیاں نیک کمائیاں نیں۔

پنجاب نہری علاقہ ہے اٹھارویں صدی میں نہروں کے کنارے کے ساتھ والے رقبہ میں زیادہ تر جنگل اور چراگاہیں ہوتی تھیں جن میں زمیندار یا اُن کے ملازم اپنا مال مویشی چراتے تھے۔ مہینوال صبح ہوتے ہی اپنے جانور چراگاہوں میں لے جاتے جانور چراگاہوں میں چرتے رہتے اور مہینوال خود نہروں میں تیراکی کرتے اور اِس دوران پانی میں مختلف کھیل کھیلتے۔ وارث شاہ نے ہیر اور اُس کی سہیلیوں کے پانی میں نہاتے ہوئے ان کھیلوں کا ذکر کیا ہے۔ سید وارث شاہ کا ہر کردار اُس وقت کے پنجابی معاشرے کا کردار ہے۔ وارث شاہ کے دور میں مذہبی رہنما اور تعلیم دینے والا اُستاد ایک ہی فرد ہوتا تھا جو مسجد میں امامت کے ساتھ ساتھ بچوں کو تعلیم بھی دیتا تھا۔ بچے مسجدوں میں تعلیم حاصل کرتے اور گائوں کی چھوٹی چھوٹی مسجدوں میں بعض عالمی کلاسیکل کتابیں پڑھائی جاتی تھیں جیسے یوسفی طب، میزان، تعلیل، صرف بہائی، انواع، قرطاس سکندری، حرف میر، دیوان حافظ، دانش باری، قرآن العین، طوطی نامہ وغیرہ۔ یہ کتابیں عربی، فارسی اور پنجابی زبان میں ہیں۔ یعنی نہ صرف استادوں کو عربی، فارسی زبان پر عبور حاصل تھا بلکہ چھوٹے چھوٹے گائوں کے مدرسوں میں یہ عالمی کلاسیکل کتابیں پڑھائی جاتی تھیں اور اِن کے تراجم بھی پنجابی زبان میں کیے جارہے تھے خود وارث شاہ نے 18،19 سال کی عمر میں امام بصری کے قصیدہ بردہ شریف کا پنجابی زبان میں ترجمہ کیا۔

وارثی عہد میں حکومت اور گائوں کی سطح پر عدلیہ کا ایک باقاعدہ نظام موجود تھا اور زیادہ تر فیصلے گائوں کی سطح پر پنچائیت میں کیے جاتے وارث شاہ نے اپنے قصہ میں تین مختلف موقعوں پر تین مختلف قاضیوں کا ذکر کیا ہے یہ تینوں قاضی رشوت خور، کرپٹ اور طاقت ور کی مرضی کے مطابق قانون کی تشریح اور فیصلے کرتے ہیں پہلا قاضی جس وقت رانجھے کے بھائی زمین بھانٹتے ہیں آتا ہے دوسرا جب ہیر کے ماں باپ ہیر کو سمجھانے اور اِس کا نکاح سیدے کھیڑے کے ساتھ کرنے کے لیے بُلاتے ہیں اور تیسرا جس وقت ہیر اور رانجھا گھر سے بھاگ جاتے ہیں اور کھیڑے اِن کا پیچھا کر کے اُن کو پکڑ لیتے ہیں تو پھر اُن کا فیصلہ قاضی کے پاس جاتا ہے۔ جس وقت رانجھے کا باپ مر جاتا اور رانجھا ایک یتیم اور کمزور بچہ ہوتا ہے جس کو عملی زندگی کا کوئی تجربہ نہیں جبکہ اِس کے بھائی باپ کے بعد ایک طاقت ور چوہدری ہیں۔ قاضی رانجھے کے بھائیوں سے رشوت وصول کر کے انصاف کا قتل کرتے ہوئے زرخیز زمین رانجھے کے بھائیوں اور بنجر زمین رانجھے کو دے دیتا ہے۔

حضرت قاضی تے پینچ سدا سارے بھائیاں زمین نوں کچھ پوایا اے
وڈھی دے کے بھوئیں دے بنیں وارث بنجر زمین رانجھے نوں آیا اے (18)

اِسی طرح دوسرا قاضی بھی ہیر کے والدین کے دبائو کے تحت ہیر کا نکاح بغیر ایجاب و قبول کے سیدے کھیڑے سے پڑھا دیتا ہے حالانکہ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ شریعت کی روح سے ہیر کی مرضی کے بغیر نکاح نہیں ہو سکتا۔

وارث شاہ نے اپنے قصہ میں ہیر کو عزم حوصلے اور مزاحمت کی علامت کے طور پر پیش کیا ہے جو کمزور عورت ہوتے ہوئے معاشرے کی فرسودہ رسموں کے خلاف بغاوت کرتی ہے اور بھرپوری زندگی عزم اور حوصلے کے ساتھ معاشرے کی مخالف قوتوں کا مقابلہ کرتی ہے قصہ میں جب بھی نااُمیدی ہوتی اور آگے بڑھنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا وہ آگے بڑھ کر رانجھے کو حوصلہ دیتی، ہیر ہی رانجھے کو اپنی بھینسوں کا چاک بننے کے لئے کہتی، پھر جب گائوں والوں کو اُن کے عشق کی خبر ہوتی ہے اور ہیر گھر میں قید ہو جاتی ہے تو مٹھی نائن کے گھر ملنے کا رانجھے کو کہتی اور پھر جب ہیر کی شادی ہو جاتی تو رانجھے کو جوگی بن کر سسرال آنے کا کہتی ہے اسی طرح جب وہ گھر سے بھاگتے ہیں اور کھیڑے رستے میں انھیں پکڑ کر ہیر کو چھین لیتے ہیں تو رانجھے کو راجہ عدلی کے دربار میں جانے کے لئے کہتی ہے، اور آخرکار ہیر کے خاندان والے اُس کے حوصلے کے آگے سر جھکا لیتے ہیں اور اُس کی شادی رانجھے سے کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں مگر اُس کے والدین معاشرے کے دبائو کو برداشت نہیں کرتے اور اِسے دھوکے سے زہر دے کر مار دیتے ہیں، یعنی وہ موت تو قبول کرتی ہے مگر ان فرسودہ رسموں اور رواجوں کے آگے سر جھکانے کے لئے تیار نہیں۔ لیکن اُس معاشرہ کی عام عورتوں کی نفسیات یہی

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

تھی کہ اُن کے نزدیک بہتر زندگی کے لئے خاوند کا مالدار اور طاقت ور ہونا بہت ضروری تھا شرافت، اہلیت اور خوبصورتی کو اہمیت نہیں دی جاتی تھی بلکہ دولت ہی معیار تھا۔ جب رانجھے کو بنجر زمین حصے میں آتی ہے اور اُس کی بھابھی کو محسوس ہوتا ہے کہ یہ زمین اِس سے کاشت یا آباد نہیں ہو گی کیونکہ وہ زمانہ زراعت کا زمانہ تھا اور آمدن یا دولت زرعی زمین سے ہی حاصل ہوتی تھی تو وہ اُسے کہنے لگی

پنڈا چھنڈ کے آرسی نال ویکھن تنہاں واہن کیہا ہل واہناں اے
تن پا لکے چوپڑے پٹے جنہاں کسے رن کیہ اوہناں تھوں چاہناں اے(19)

ایسی طرح ہیر کے والدین نے بھی رانجھے کی شرافت اور خوبصورتی پر سیدے کھیڑے کی جائیداد اور دولت کو ترجیح دی اور ہیر کی شادی سیدھے کھیڑے سے کر دی۔ پنجاب کے معاشرہ میں مرد اگرچہ عورت کو اپنی ملکیت سمجھتے تھے مگر اِس کے باوجود عورت کا معاشرہ میں اپنا ایک مقام تھا اور مرد اپنی گھریلو روزمرہ زندگی کے چھوٹے چھوٹے فیصلے بھی عورت کے مشورے سے کرتے جیسا کہ ہیر کا باپ اپنی بیوی ملکی سے رانجھے کو چاک رکھنے اور نکالنے سے لے کر ہیر کی شادی تک کے تمام معاملات پر مشورہ کرتا ہے رانجھے کے بھائیوں نے بیویوں کے کہنے پر رانجھے کو گھر سے نکلنے پر مجبور کر دیا اور ہیر کا باپ اور اُس کی نند سہتی کا باپ اپنی بیٹیوں سے بہت پیار کرتے اور روزمرہ معاملات میں اُن کی ہر رائے کا احترام کرتے اور مانتے تھے اسی طرح اگر ہیر وارث شاہ کے کرداروں کا جائزہ لیں تو زنانہ کردار مردانہ کرداروں پر حاوی ہیں وہ رانجھے کی بھابیاں ہوں، ہیر ہو یا پھر سہتی سارے زنانہ کردار مردانہ کرداروں پر حاوی ہیں رانجھے کے بھائی اُس کی بھابیوں کے آگے نہیں بول سکتے تھے رانجھا ہیر کی ہر بات مانتا تھا اور اسی طرح سہتی کا کردار اس قصے کا سب سے جاندار کردار ہے جو دوسرے سارے کرداروں پر حاوی ہے۔

مکدی گل وارث شاہ نے اپنے قصہ میں اٹھارویں صدی کے پنجاب کی معاشرتی و تہذیبی زندگی کا بھرپور نقشہ کھینچا ہے۔ خطے میں سرمایہ دارانہ اور جاگیردارانہ نظام رائج تھا سرمایہ دار غریبوں کا استحصال کر رہے تھے اور بیرونی حملہ آوروں کے پے در پے حملوں سے لاقانونیت تھی زرعی تمدن تھا اور لوگ زیادہ تر زراعت سے وابستہ تھے اور سادہ زندگی گزارتے۔ تعلیمی نظام بہت اچھا نہ تھا گائوں میں پڑھا لکھا شخص صرف مسجد کا مولوی ہوتا وہی بچوں کو پڑھاتا تھا وہ انتہائی لالچی اور صرف ظاہری آداب کو ملحوظ خاطر رکھتا۔ تعویز گنڈوں اور جادو ٹونہ پر لوگوں کا بہت اعتقاد تھا۔ معاشرے میں مذہبی برداشت تھی لوگ ایک دوسرے کے مذاہب کا احترام کرتے جیسا کہ رانجھا مسلمان ہوتے ہوئے ہندوں جوگی کے پاس جاتا ہے اور وہ بھی اُسے یہ نہیں کہتا کہ تم مسلمان ہو تم یہاں کیوں آئے ہو میں تمہیں جوگ نہیں دیتا اِسی طرح ہیر اور سیدے کھیڑے کی شادی کے لیے نیک ساعت دن مقرر کرنے کے لیے کھیڑے برہمن کے پاس جاتے ہیں۔ بیرونی حملہ آوروں اور مقامی دھاڑویوں کی وجہ سے معاشرہ میں لاقانونیت تھی اور لوگ شدید عدم تحفظ کا شکار تھے لیکن شادی بیاہ کے موقع پر اور دیگر رسومات جسے ونگار وغیرہ پر لوگ خوب تیار ہوتے اور خوشیاں مناتے تھے۔ نیز وارث شاہ کی ہیر سے اٹھارویں صدی کے پنجاب کی تہذیبی و معاشرتی زندگی کے ہر پہلو کو نمایاں طور پر دیکھا جا سکتا ہے جس سے ہمیں ایک جیتا جاگتا سانس لیتا پنجاب نظر آتا ہے۔

حوالے

1۔ سبط الحسن ضیغم، سید۔ وارث شناسی۔ لاہور: لہراں ادبی بورڈ، 2004ء۔ ص 23
2۔ شریف کنجاہی۔ جھاتیاں۔ لاہور: عزیز بک ڈپو، 1994ء۔ ص 65
3۔ عذرا وقار۔ وارث شاہ عہد اور شاعری۔ اسلام آباد: ادارہ تہذیب و تمدن اسلامی، 1991ء۔ ص 8
4۔ اختر حسین جعفری، سید۔ ہیر رانجھا۔ لاہور: علم و عرفان پبلشرز، 2011ء۔ ص 8
5۔ وارث شاہ۔ ہیر وارث شاہ۔ مرتب، عبدالعزیز۔ لاہور: عزیز بک ڈپو اُردو بازار، 2008ء۔ ص 52،53 بند 57
6۔ وارث شاہ۔ ہیر وارث شاہ۔ ص 405 بند 554
7۔ وارث شاہ۔ ہیر وارث شاہ۔ ص 26 بند 14
8۔ وارث شاہ۔ ہیر وارث شاہ۔ ص 405،404 بند 554
9۔ وارث شاہ۔ ہیر وارث شاہ۔ ص 34 بند 28
10۔ وارث شاہ۔ ہیر وارث شاہ۔ ص 127 بند 174
11۔ وارث شاہ۔ ہیر وارث شاہ۔ ص 58 بند 65

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

12۔وارث شاہ۔ہیر وارث شاہ۔ص136بند186

13۔وارث شاہ۔ہیر وارث شاہ۔ص144بند197

14۔وارث شاہ۔ہیر وارث شاہ۔ص162بند219

15۔وارث شاہ۔ہیر وارث شاہ۔ص23بند8

16۔وارث شاہ۔ہیر وارث شاہ۔ص143بند196

17۔وارث شاہ۔ہیر وارث شاہ۔ص186بند254

18۔وارث شاہ۔ہیر وارث شاہ۔ص25بند12

19۔وارث شاہ۔ہیر وارث شاہ۔ص25بند13